مولانا مفتی محمد فرید صاحب مفتی و مدرس
دار العلوم حقانیہ

# صلوٰۃ تراویح آٹھ رکعت ہیں یا بیس ۲۰؟

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین صلاۃ تراویح کی مقدار کے متعلق کہ اس کی مقدار آٹھ رکعات ہے یا بیس رکعات۔ بعض غیر مقلدین حدیث عائشہ صدیقہؓ کے بنا پر جو کہ بخاری شریف میں مروی ہے آٹھ رکعات کو سنت قرار دیتے ہیں اور بیس رکعات پر انکار کرتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

## الجواب۔

الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین اما بعد پس واضح رہے کہ ماہ رمضان میں نماز تراویح پڑھنا سنت موکدہ ہے۔

کما صرح بہ فی الھدایۃ وشرح التنویر ومراقی الفلاح والجوھرۃ من کتب الحنفیۃ۔ وفی الروضۃ والتوشیح من کتب الشافعیۃ۔ والشرح الکبیر من کتب المالکیۃ۔ والروض ونیل المآرب من کتب الحنابلۃ

البتہ نماز تراویح کے عدد میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ اور اس کے اتباع۔ اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ۔ کے نزدیک اس نماز کا عدد بیس رکعات ہے۔

کما صرح بہ فی البدائع وغیرہ من کتب الحنفیۃ۔ وفی المجموع من کتب الشافعیۃ۔ وھی روایۃ عن مالک کما فی شرح المھذب۔ واختارہ ابو عمر ابن عبد البر المالکی کما فی شرح التقریب۔ وذکرہ ابن رشد فی البدایۃ عن احمد۔ ورواہ ابن قدامۃ فی المغنی عن احمد۔

اور ابن قاسم نے مدونہ میں امام مالکؒ سے روایت کیا ہے کہ تراویح چھتیس رکعات ہیں اور وتر تین رکعات ہیں۔ اور امام ترمذی نے امام احمد سے روایت کیا ہے کہ وہ کسی خاص عدد کے قائل نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک اس میں توسع ہے آٹھ رکعات۔ بیس رکعات۔ چھتیس رکعات تمام کی تمام جائز ہیں۔ اور حنفیہ کے مشائخ میں سے ابن الہمام فرماتے ہیں کہ آٹھ سنت رسول ہونے کی وجہ سے موکدہ ہیں۔ اور بیس رکعات سنت خلفاء راشدین ہونے کی وجہ سے سنت زائدہ ہیں۔ اور بہر حال ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین میں سے کسی نے آٹھ رکعات سے زائد (مثلاً بیس رکعات کو) بدعت یا مکروہ قرار نہیں دیا ہے

البتہ بعض غیر مقلدین نے آٹھ رکعات کو مسنون قرار دیا ہے۔ اور اس سے زائد مقدار پر انکار کیا ہے۔ اور اس مسئلہ کو طلاق ثلاثہ کو ایک طلاق قرار دینے کے مسئلہ کی طرح۔ بے علم اور کم علم لوگوں کے شکار کا دام بنا رکھا ہے۔

اعاذنا اللہ من شرور الفرق الشاذۃ المخالفۃ عن السواد الاعظم

یہ بعض غیر مقلدین حضرت عائشہ صدیقہ کے حدیث سے تمسک کرتے ہیں۔

وھو ما رواہ البخاری ماکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ[1]

نیز یہ لوگ حضرت جابر کی حدیث سے حجت پکڑتے ہیں۔

وھو ما رواہ ابن خزیمۃ وابن حبان انہ صلی اللہ علیہ وسلم قام بہم فی رمضان فصلی ثمانی رکعات واوتر[2] قال النیموی مدارہ علی عیسی بن جاریۃ قال الذھبی قال ابن معین عندہ مناکیر۔ وقال النسائی منکر الحدیث وعنہ ایضا متروک وقال ابو زرعۃ لاباس بہ۔ وقال فی الخلاصۃ وثقہ ابن حبان۔ وقال ابو داؤد منکر الحدیث انتہی۔

نیز یہ لوگ سائب بن یزید کی حدیث سے تمسک کرتے ہیں

وھو ما رواہ مالک فی الموطا۔ انہ قال امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب وتمیما الداری ان یقوم للناس باحدی عشرۃ رکعۃ۔

اور جمہور ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

وھو ما رواہ ابن ابی شیبۃ والطبرانی والبیہقی انہ علیہ الصلاۃ والسلام یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ سوی الوتر[3]۔ انتہی قال الزیلعی ھو معلول بابی شیبۃ وھو متفق علی ضعفہ۔

اور اس حدیث کے معلول ہونے کے باوجود اس سے استدلال درست ہے کیونکہ اس حدیث کی امت نے تلقی کی ہے اور ابن قیم اور امام سیوطی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ جس حدیث کی امت تلقی کرے تو اس کو صحیح قرار دیا جائے گا۔ اگرچہ یہ حدیث سنداً غیر صحیح ہو۔ نیز اس حدیث کو خلفائے راشدین کے تعامل سے عظیم تائید اور تقویت حاصل ہوئی ہے۔

---

[1] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو رمضان المبارک میں گیارہ رکعت پر اضافہ فرماتے تھے اور نہ غیر رمضان میں۔

[2] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ) کے ساتھ قیام رمضان کیا۔ اور آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی اور وتر بھی پڑھے۔

[3] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں سوائے وتر کے ۲۰ رکعات نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔

نیز جمہور بیہقی کے سنن کبریٰ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

وھی ما رواہ یزید بن خصیفۃ عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عھد عمر بن الخطاب فی رمضان بعشرین رکعۃ وفی عھد عثمان وعلی۔[1]

اس حدیث سے واضح طور سے ثابت ہے کہ خلفاء ثلاثہ راشدین کے دور میں بیس رکعات پر استقرار آیا ہے اور اس پر تعامل اور توارث رہا ہے۔ اور حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین (رواہ ابن ماجہ وغیرہ) کی بناء پر جیسا کہ سنت رسول کا اتباع ضروری ہے اسی طرح سنت خلفاء راشدین کا اتباع بھی ضروری ہے۔ اور اس سے اعراض یا اس پر اعتراض، حدیث رسول اور قول رسول سے اعراض اور اس پر اعتراض ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ۔

نیز یہ سنت خلفاء راشدین وہ سنت ہے جس کا ادراک عقل اور اجتہاد سے نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ کسی چیز کا عدد اور مقدار فکر اور رائے سے متعین نہیں ہو سکتا۔ تو ایسی سنت درحقیقت سنت رسول ہوتی ہے۔

واضح رہے کہ اہل ظاہر نے اس حدیث کو سنداً و متناً معلول قرار دیا ہے۔ کیونکہ امام آجری نے امام ابو داؤد سے روایت کیا ہے کہ امام احمد نے یزید بن خصیفہ کو منکر الحدیث کہا ہے۔ نیز اہل ظاہر کہتے ہیں کہ یہ حدیث متناً مضطرب ہے۔ اس کی بعض روایات میں گیارہ رکعات پڑھنا بھی مروی ہے۔ کما رواہ مالک فی الموطا۔ نیز یہ حدیث، حدیث عائشہ صدیقہ سے معارض ہے۔ جو کہ اس حدیث سے قوی ہے۔

جمہور نے ان اعتراضات سے اہل ظاہر کو دندان شکن جوابات دیئے ہیں۔ اول یہ کہ ائمہ نے اس حدیث کی تلقی کی ہے اور اس پر اخذ کیا ہے۔ اور خطیب نے اپنی کتاب الفقیہ والمتفقہ میں۔ اور ابن قیم نے اعلام الموقعین میں۔ اور امام سیوطی نے تدریب الراوی میں۔ اور ابن عبد البر نے استذکار میں اور دیگر اہل فن نے اپنی تالیفات میں یہ قاعدہ لکھا ہے کہ جس حدیث کا اہل علم تلقی کریں تو یہ تلقی اس حدیث کی صحت کی شہادت عادلہ ہے۔

دوم یہ کہ یزید بن خصیفہ مشہور تابعی ہے۔ اس سے امام مالک، امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ یحییٰ بن معین اور ابو حاتم اور نسائی اور ابن سعد اور امام احمد بن حنبل نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ کما فی تہذیب التہذیب وتہذیب الکمال للمزی۔ وہدی الساری اور حافظ ابن حجر نے الہدی الساری میں آجری کی روایت کا یہ جواب دیا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے اثرم کی روایت میں اس کو ثقہ

---

[1] حضرت عمر فاروق رض کے عہد میں اولاً گیارہ رکعات نماز پڑھی جاتی تھی۔ پھر حضرت عمرؓ نے ۲۳ رکعات پڑھنے کا حکم دیا۔ ۲۰ تراویح اور تین وتر۔ بعد میں اسی پر استقرار ہوا۔

کہا ہے۔ اور کہا ہے کہ امام احمد منکر الحدیث اس راوی کو کہتے ہیں کہ وہ اپنے اقران میں کسی حدیث کی روایت کرنے میں منفرد ہو۔ اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ ثقہ راوی کا تفرد مقبول ہوتا ہے۔ جب تک دلیل سے اس کا غلط ہونا ثابت نہ ہو پس اسی بنا پر یزید بن خصیفہ کا حدیث مقبول ہوگا۔

اور دعوی اضطراب کا جواب یہ ہے کہ ابن عبد البر اور ابوبکر بن العربی نے روایۃ احدی عشر کو امام مالک کا وہم قرار دیا ہے لیکن چونکہ عبد العزیز بن محمد اور یحیی بن سعید القطان امام مالک کے متابع ہیں۔ کما لا یخفی علی من راجع الی سنن سعید بن منصور و مصنف ابن ابی شیبہ لہذا امام مالک کا وہم میں پڑنا ناقابل تسلیم ہے اور حافظ ابن حجر نے اس اختلاف کو اختلاف اوقات پر محمول کیا ہے۔ یعنی جب طویل قراءت کرتے تو آٹھ یا بارہ رکعات پڑھتے اور جب مختصر قراءت کرتے تو بیس رکعات پڑھتے۔ کما فی فتح الباری۔ اور بعض ائمہ نے اس اختلاف کو تدریج پر محمول کیا ہے۔ یعنی اولاً آٹھ یا بارہ رکعات پڑھتے جاتے تھے اور بالعاقبت بیس رکعات پر استقرار ہوا۔

کما قال الشعرانی فی کشف الغمۃ کانوا یصلونہا فی اول زمان عمر بثلث عشر رکعۃ ثم عمر امر بفعلہا ثلاثا وعشرین رکعۃ۔ ثلاث لہا وتر۔ واستقر الامر علی ذلک۔ قالہ النیموی۔ کما استقر الامر فی خلافتہ علی ضرب الثمانین فی الخمر وکما استقر الامر علی النہی عن بیع امہات الاولاد وکما استقر الامر علی اربع تکبیرات الجنائز۔ وکما استقر الامر علی القرأۃ فی خلافۃ عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کما فی الاوجز۔ اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ ترجیح اور تطبیق سے اضطراب ساقط ہو جاتا ہے۔

اور اہل ظاہر کے اس اعتراض کا۔ کہ یزید کی حدیث، حدیث عائشہ سے معارض ہے جو کہ اقوی ہے۔ جواب یہ ہے کہ حدیث یزید اور حدیث عائشہ صدیقہ میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث عائشہ صدیقہ میں ان رکعات سے نماز تہجد مراد ہے نہ کہ قیام تراویح اور قیام رمضان۔ کیونکہ غیر رمضان میں تراویح نہیں پڑھے جاتے ہیں اور عند التحقیق تراویح اور تہجد الگ الگ حقائق ہیں اور اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ تراویح اور تہجد الگ الگ نمازیں نہیں ہیں تو اہل ظاہر کو کہا جاتا ہے کہ عائشہ کی حدیث میں بھی اختلاف ہے کیونکہ امام بخاری نے باب ما یقرء فی رکعتی الفجر میں عائشہ صدیقہ سے تیرہ رکعات کی حدیث روایت ہے۔

ولفظہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باللیل ثلاث عشرۃ رکعۃ ثم یصلی اذا سمع النداء بالصبح رکعتین

تو اہل ظاہر اس اختلاف اور تعارض کا کیا جواب دیتے ہیں؟

اگر اہل ظاہر یہ جواب دیویں کہ احدی عشر والی حدیث غالب پر محمول ہے اور زیادت بعض اوقات پر محمول ہے تو ان اہل ظاہر کا آٹھ رکعات پر جمود باطل ہوا۔ اور اپنی تلوار سے خود قتل ہوئے۔ اور اگر اہل ظاہر اس تطبیق سے اعراض کریں تو اختلافات کی وجہ سے عائشہ صدیقہ کی دونوں روایات ساقط ہوئیں۔ اور یزید بن خصیفہ کی حدیث بلا تعارض رہ گیا اور واجب العمل ہوا۔

واضح رہے کہ جمہور کا مسلک نظر اور شواہد کی رو سے بھی قوی ہے۔ کیونکہ دن رات میں بیس رکعات فرائض اعتقادیہ اور فرائض عملیہ ہیں تو مناسب یہ ہے کہ تراویح بھی جو کہ فرائض کے مکملات ہیں بیس رکعات ہوں جیسا کہ سنن قبلیہ اور بعدیہ بھی بیس رکعات ہیں۔

اہل ظاہر کے دلائل سے جوابات یہ ہیں کہ حدیث عائشہ صدیقہ تہجد پر محمول ہے نہ کہ تراویح پر۔ نیز غالب پر محمول ہے نہ کہ دائم پر۔ ورنہ عائشہ صدیقہ کے روایات متعارض ہوں گے۔ بلکہ امام احمد نے زیادات مسند میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باسناد حسن سے۔ روایت کیا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سولہ رکعات نفل نماز پڑھتے تھے۔ نیز عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حدیث ابتدار پر محمول ہے جب کہ بیس رکعات پر استقرار نہ ہوا تھا۔

اور حدیث جابر سے حافظ ابن حجر نے یہ جواب دیا ہے لاکنہ فعل جزوی فی لیلة واحدة لایدل علی نفی الزیادة فی تلک اللیلة۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ابتدار الامر پر محمول ہے وقد م سابقا جواب حدیث السائب۔

واضح رہے کہ ابن الہمام سے دیگر مشائخ نے اتفاق نہیں کیا کیونکہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں بیس رکعات پڑھنا فعل رسول سے ثابت ہے۔ نیز حدیث علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین میں لفظ علیکم سنت رسول اور سنت خلفاء کو یکساں متوجہ ہے۔ تو دونوں میں فرق کرنا فہم سے بالا ہے۔ نیز یہ سنت خلفاء اگرچہ ظاہراً موقوف ہے لیکن درحقیقت مرفوع ہے۔

لعدم کونہ مدرکا بالرای والقیاس وھو الموفق والھادی

وصلی اللہ تعالیٰ علی سید نا نصیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔